بربشمِ عود

سید عابد علی عابد

مکتبۂ ادب جدید

۱۵- پٹیالہ گراؤنڈ ، میکلوڈ روڈ ، لاہور

Taj Tahir Foundation

محترم قبلہ سید امتیاز علی تاج صاحب کی خدمت میں

امان عاصم

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. ....
Date: ....
Call No. ....
(Donated by FAMILY)

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

بریشمِ عود

سید عابد علی عابد

مکتبۂ ادب جدید

۱۵۔ پٹیالہ گراؤنڈ، میکلوڈ روڈ، لاہور

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق بحق مصنف

قیمت : چار روپے پچاس پیسے
پہلی اشاعت : جنوری ۱۹۶۶ء
ناشر : امان عاصم
مہتمم : بشیر انصاری

Taj Tahir Foundation

مطبوعہ : انفائن پرنٹنگ پریس ۱۵- پٹیالہ گراؤنڈ،
میکلوڈ روڈ ، لاہور

محبوب صدیقی کے نام

ملتا نہ اگر لعل سخن گو کا سہارا
اس رنگ کے اشعار طرحدار نہ ہوتے
کرتی نہ اگر چشم فسون ساز اشارا
اس طرح سے گویا لب گفتار نہ ہوتے

Taj Tahir Foundation

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. ....
Date: ....
Call No. ....
(Donated by ....)

Taj Tahir Foundation

پیش لفظ

۳۴-۱۹۳۳ء کی بات ہے میں لاہور کے ایک کالج میں بی - اے کا طالب علم تھا - مولانا تاجور مرحوم کے ادبی دنیا میں عابد صاحب کا ساقی نامہ شائع ہوا - اور لاہور کی ادبی فضا پر چھا گیا - میں اتنا متاثر ہوا کہ چند دوستوں کو لے کر دیال سنگھ کالج پہنچا جہاں عابد صاحب فارسی کے اُستاد تھے - دور سے زیارت کی - بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی - اُنہیں پتہ بھی نہ چلا اور میں ادب و احترام سے اُن کا مجسمہ دل میں اُٹھا لایا۔ یہ زمانہ وہ تھا، جب شاعر مشرق کے فکر و نظر نے سارے ملک کا احاطہ کر رکھا تھا۔ اُن کے نور کے سامنے تمام چراغ ماند پڑے تھے، ۔ داغ و امیر کا رنگ اُڑ چکا تھا ہاں اس رنگ کو برقرار رکھنے کے لیے دلی میں بیخود، سائل اور شاعر آگرہ میں سیماب اور دکن میں جلیل بدستور کوشاں تھے - غزل اور نظم دونوں میں لفظی اُلٹ پھیر محاورہ بندی اور صناعی کے خلاف ، آوازیں بلند ہورہی تھیں۔ اسی رد عمل نے جہاں غزل میں حسرت موہانی ، فانی بدایونی ، اصغر گونڈوی، یاس یگانہ اور جگر مراد آبادی کو فروغ دیا تھا - وہاں نظم میں اقبال کے معاصرین میں حفیظ جالندھری جوش ملیح آبادی ، علی اختر حیدرآبادی ، اختر شیرانی ، روش صدیقی احسان دانش ، ساغر نظامی اور دوسرے بے شمار شعرا کو مقبول بنا دیا تھا -

لاہور اس رد عمل کا گہوارہ تھا ـ اُردو یہاں کی علمی اور ادبی زبان تھی ، پنجابی مادری زبان ضرور تھی ، لیکن اس کی شاعری مغربی اثرات اور نئی تعلیم کے سامنے ٹھہر نہ سکی - اس پر اقبال کی عظمت اور گرفت ، گویا اس سرزمین سے اُبھرنے والے پر موزوں طبع نوجوان کو فرصت ہی نہ تھی کہ پنجابی کو اپنی فکر و خیال کے اظہار کا وسیلہ بنانے کی ضرورت ہی کو محسوس کرے - ہاں اُسے پنجابی مزاج نے ورشتاً دو نعمتیں ودلعیت کی تھیں جو اس کے اپنی راہ ہموار کرنے اور اپنا انداز پیدا کرنے کے لیے بہت مفید ثابت ہوئیں، ایک تو یہ کہ جذبہ اور اُس کا پیرایۂ اظہار سچا ہو اور دوسرے یہ کہ لفظ کے اُن روائتی معانی سے اجتناب کیا جائے جو اُردو نے قلعۂ معلے اور دلی لکھنؤ کے گلی کوچوں سے اکٹھے کیے تھے، اسی مزاج نے بالغ ہوتے

ہی یہ بھی محسوس کرلیا کہ اگر عربی اور فارسی ادب سے فضا مستعار لی جاسکتی ہے تو انگریزی زبان سے بھی ، جو حاکم کی زبان ہونے کی وجہ سے حکم کا درجہ رکھتی تھی ، (اظہار و بیان کے) زندہ عناصر مانگ لینے میں کوئی قباحت نہیں -

تو لاہور اس ردعمل کا گہوارہ تھا - یہاں کے کالج نئے شعور کو پروان چڑھا رہے تھے اور حسن اتفاق سے ان کالجوں میں فارسی اردو کے بعض استاد خود خوش فکر اور قابل قدر شاعر تھے - دیال سنگھ کالج میں عابد صاحب اور مولانا تاجور نجیب آبادی مرحوم گورنمنٹ کالج میں صوفی تبسم صاحب اور اسلامیہ کالج میں ڈاکٹر تاثیر مرحوم اپنی ذات میں انجمن تھے - کالج سے نکلے تو ابوالاثر حفیظ جالندھری ، اختر شیرانی مرحوم ، احسان دانش، چراغ حسن حسرت مرحوم اور دوسرے مقبول و معروف شعراء اسی شعور کی دستگیری کرنے کے لیے موجود تھے - اس پر نامی ادبی رسائل انجمنیں اور محفلیں - گویا اردو کی روائتی غزل اور ملمع سازی کے خلاف ایسا محاذ قائم ہوگیا، جس نے نہ صرف قدامت کی کھوکھلی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا بلکہ نئی زمینوں کو بھی دریافت کیا اور اُن میں متعدد نو آبادیاں بھی قائم کر دیں -

اس محاکمے سے میری مراد نئے شعور اور نئے شعر کا سراغ لگانا نہیں ، بلکہ یہ ہے کہ اس میں عابد صاحب کا مقام متعین کر دوں - عابد صاحب ایک شاعر ہی نہیں ایک دور ہیں - اُن کا شعر اور شعور اُنہی کے ہاں نہیں اُن کے دور میں بھی رچا بسا ہے - اُنھوں نے اپنے ہمعصروں اور طالب علموں کے سامنے فکر و نظر کے پیکر اس طرح تراش کر رکھے کہ ہر ایک اُن سے بقدر استطاعت و ظرف متاثر ہوتا چلا گیا - اُن کی اُپچ اور بالغ نظری سے مجھے بھی حصہ وافر ملا ہے اور یوں میں اُنہیں اپنا اُستاد مانتا ہوں -

میری اُن سے پہلی ملاقات ۱۹۳۹ء کے اواخر میں ہوئی - اُن کے خلوص اور بے لوث انداز فکر نے مجھے گرویدہ کر لیا - میں اُن کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر ہونے لگا - پھر وہ حلقۂ ارباب ذوق میں تشریف لانے لگے - اُن کی مبصرانہ صلاحیتوں ، ناقدانہ نظر اور شاعرانہ عظمت کے ہم سب قائل تھے - اس پر لطف یہ کہ بزرگی ، مطالعہ ، مشاہدہ اور عالمانہ عظمت کے باوجود وہ کسی قید اور حد بندی کو قبول نہ کرتے تھے - وہ ہم میں ہم جیسے ہو کر رہتے ، مشورہ دیتے تو ایسے ، جیسے پوچھ رہے ہوں اور یوں

Taj Tahir Foundation

ہمارے دلوں اور ذہنوں میں سرایت کرتے چلے گئے۔ قیوم نظر دیال سنگھ کالج ہی سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تھے اور یوں انہیں عابد صاحب کا شاگرد ہونے کا فخر بھی حاصل تھا۔ یہی نہیں انہیں عابد صاحب ہی نے نظر بنایا تھا۔ عابد صاحب ہی کے تتبع میں انھوں نے ساقی نامہ لکھا تھا۔ اس سب کے باوجود عابد صاحب نے انہیں دوستی ہی کے مقام پر رکھا اور آج بھی ہم سب دوست ہیں، میں اسے عابد صاحب کی عالی ظرفی پر محمول کرتا ہوں، ورنہ دوستی کے اہل ہم لوگ نہ جب تھے، نہ اب ہیں۔ وہ آج بھی اسی استادانہ منصب پر فائز ہیں، ہم آج بھی ان سے سیکھتے ہیں اور یہ فاصلہ عمر بھر یونہی قائم رہے گا۔ بریشم عود کا پیش لفظ لکھنے کا حکم ملا، تو میں اسی فاصلے سے لرزا، مجھے قلم اٹھانے کی جسارت نہ ہوتی تھی، لیکن عابد صاحب کی ''دوستانہ نظر'' پھر آڑے آ گئی اور میں نے فخر سمجھ کر سرتسلیم خم کر دیا۔

عابد صاحب نے فارسی اور اردو کے استاد کی حیثیت سے ایک عمر گزاری ہے۔ ان زبانوں کے علوم و ادب ان کی طبیعت میں رچ بس چکے ہے۔ چنانچہ استاد کی حیثیت سے ان کی نگاہ لفظ و معنی پر برابر کی پڑتی ہے۔ انھوں نے لفظ کو معنی سے جدا کر کے بھی دیکھا ہے اور ڈبو کر بھی:

کتنے وحشی ہیں غزالان خیال — لفظ معنی سے جدا ہے اب تک

انہیں لفظ کے اتنے تلازمے اور خیال کے اتنے پیرائے دکھائی دیتے ہیں، جتنے بالعموم آج کے شعرا کی نگاہوں میں نہیں ہوتے۔ وہ طبعاً حسن پرست ہیں، لیکن بیدار مغزی ان کا کیش ہے۔ چنانچہ اپنی عاشقانہ افتاد طبیعت کے باوجود وہ اپنے تاثر میں بہہ نہیں گئے، وہ اپنے مقام پر قائم رہتے ہیں اور حسن کو مجبور ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے حسن کو عشق پر مائل کر کے تماشا کیا ہے اور اس کا اظہار لفظ و معنی کی جادوگری سے کیا ہے، جو اردو شاعری میں ایک منفرد آواز کا درد رکھتا ہے:

پیکر گر جہاں ہے آئینۂ خیال
جب چاہوں ان کی بزم تماشا دکھائی دے

عابد صاحب کی طبیعت میں نغمہ بسا ہے۔ میں نے پچیس برس میں انہیں گاتے بجاتے نہیں دیکھا، لیکن نغمے سے ان کے والہانہ شغف اور بے پناہ ربط کو ہمیشہ محسوس کیا ہے۔ مشرقی موسیقی اور موسیقاروں کے فن پر ان کی نظر بہت گہری پڑتی ہے اور جب یہ نظر لوٹ کر اپنے محبوب کے جمال سے

Taj Tahir Foundation

ہوتی ہوئی شعر کی وادی میں داخل ہوئی ، تو یہاں بھی نغموں کے پھول بکھیرتی چلی گئی ۔ شعر کے کلاسیکی مزاج میں کلاسیکی موسیقی کا رچاؤ عجب بہار پیدا کرتا ہے ۔ میں نے اس معاملے میں بھی عابد صاحب کو اپنے معاصرین سے ممتاز دیکھا ہے ۔ اُن کی غزل میں لفظ پرندے بن کر اُڑتے ہیں ، چہچہاتے ہیں ۔ دور فکر کی شاخوں پر رنگ و بو بن کر آ بیٹھتے ہیں ۔ لفظ کی کشش اپنی طرف کھینچتی ہے ، خیال کی رو اپنے ساتھ بہاتی ہے اور دونوں کے امتزاج سے جو نغمہ پھوٹتا ہے، وہ روح میں دوڑنے لگتا ہے ۔ چنانچہ پوری غزل بھی خیال کی اکائی بن جاتی ہے ، جو اپنی بوقلمونی سے متاثر کرتی ہے اور کبھی گلدستہ بن کر فکر و نظر کو سرشار کر دیتی ہے ۔ مثلاً

رات کو اضطراب تھا ، کیا تھا ۔۔۔ دیر تک پیچ و تاب تھا ، کیا تھا
شام تا شام صبح تھی ، کیا تھی ۔۔۔ صبح تا صبح خواب تھا ، کیا تھا
کتنے روشن تھے گوشہ ہائے خیال ۔۔۔ ہر طرف آفتاب تھا ، کیا تھا
دھوپ میں نور، نور میں خوشبو ۔۔۔ مہر تھا ، ماہتاب تھا ، کیا تھا
صورت نکہت عروس ، خیال ۔۔۔ شام سے بے حجاب تھا ، کیا تھا

جلوہ گر تھا سخن بغیر کلام
کوئی محو خطاب تھا کیا تھا

اس غزل میں ردیف یوں اُبھرتی ہے ، جیسے طبلے پر تھاپ پڑتی ہو ۔ لیکن ہر جگہ معانی کے ساتھ عجیب چھیڑ چھاڑ کرتی چلی جاتی ہے ۔ ہر جگہ خیال کی نزاکتیں لفظوں کی تہوں سے پھوٹ پھوٹ پڑتی ہیں اور زنجیر بناتی ہوئی قاری کے لاشعور کو گرفت میں لیتی چلی جاتی ہیں ۔ چنانچہ پوری غزل پڑھ چکنے کے بعد دل و دماغ دونوں پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے ، جسے محسوس کیا جا سکتا ہے ۔ ہاں سمجھنے کے لیے اپنے ہی دل کی گہرائیوں میں ڈوبنا پڑے گا کہ تاثر کا ادراک ذہنی نہیں ہوتا ہے ، اگر ہوتا ہے تو سطحی اور وقتی ہوتا ہے ۔ لیکن اُس کا اطلاق عابد صاحب کی غزل پر نہیں ہو سکتا ۔ وہ ایسے چابکدست فنکار ہیں کہ اُن کے ہاں خیال اور اظہار اتنے آراستہ اور پیوستہ ہوتے ہیں کہ اُنہیں ایک دوسرے سے الگ دیکھا ہی نہیں جا سکتا ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

ساز خیال چھیڑ کے سن لیجئے ہمیں
محفل میں ہیں تموج صوت شنیدہ ہم

Taj Tahir Foundation

عابد صاحب نے مطالعۂ ادب میں ایک عمر گزاری ہے۔ وہ فارسی اور اُردو کے اُستاد ہیں، لیکن انگریزی ادب پر اُن کی نظر کچھ سرسری نہیں۔ حسن جہاں بھی ہو، اور جیسا بھی ہو، اُنہیں مرغوب ہے۔ شیلے، کیٹس، بائرن، براؤننگ۔ غرض کہ تمام مغربی شعراء جن کے ہاں احساس جمال نمایاں ہے، اُنہیں پسند ہیں، لیکن یہاں بھی اُن کی پسند تاثر کا لباس اوڑھ کر اُنہیں اپنے ساتھ نہیں لے جاتی۔ وہ مشرق کے دل میں سے اُبھرے اور چٹان بن کر قائم ہوگئے۔ اُردو اور فارسی تغزل اُن کی روح میں جولاں ہے، انگریزی شعریت کی سطحیت اُن کے قدم چومتی ہے اور دل تک نہیں پہنچتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اُردو اور فارسی کی کلاسیکیت میں جہاں محبوب خاک کا پتلا کم ہی ہوتا ہے۔ وہاں عابد صاحب کا محبوب اپنی تمام رعنائیوں اور دل آویزیوں کے ساتھ بے حجاب بھی ہے اور حجاب میں بھی ہے:

وہی ڈھکے ہوئے رخسار وہی روپ سنگار
تیری سج دھج کا سمن زار چمن ہو جیسے
چشم حیراں کو تری شکل دکھائی دی تھی
وہی لہجے کا سجل پن وہی باتوں کی مٹھاس
دل میں پوشیدہ کہیں کوئی لگن ہو جیسے
گوش دل کو تری آواز سنائی دی تھی

نکہت و ناز کے یہ جال کہاں دیکھے تھے
پہلے مہکے ہوئے یہ بال کہاں دیکھے تھے
پہلے یہ زلف جنوں خیز کہاں دیکھی تھی
جلوہ آرائی کا اعجاز کہاں دیکھا تھا
پہلے یہ روئے فسوں ساز کہاں دیکھا تھا
پہلے یہ شکل دل آویز کہاں دیکھی تھی

الفاظ کی زنجیر بنا کر فکر و نظر کو پہنانا عابد صاحب کے تغزل کا خاصہ ہے۔ اُن کی غزل ہو یا نظم ہر جگہ ایک مربوط ترنم قاری کو گھیر لیتا ہے اور ہر جگہ روح تغزل کارفرما ہے۔ مجھے تو اُن کا کلام پڑھتے ہوئے بار بار محسوس ہوتا ہے کہ اُردو اور فارسی شعر نے بیسویں صدی میں ہم آہنگ

Taj Tahir Foundation

ہو کر ایک پیکر ڈھالا - ایک بت تراشا اور اس کے قالب میں جلترنگ بن کر بجنے لگا - یہ فن کار عابد ہے اور یہ جلترنگ بریشم عود ہے - ہاں ان غزلوں کا محبوب خیالی نہیں - گوشت پوست کا انسان ہے ، اس کا ھجر ، اس کا وصال ، اس کی صحبت ، اس کی گویائی ، اس کا تبسم اور اس کی نگاہ دل نشین - ہر بات ایک حقیقت ہے اور ہر حقیقت دل آویز و دل ربا -

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ عابد صاحب کے ہاں لطافت خیال کو لفظوں کی فسوں گری سے جدا نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو انھوں نے اپنا 'فن' ٹھہرایا ہے - الفاظ خیال کا لباس ہیں - اگر قامت خیال پر الفاظ چست نہ ہوں ، موزوں نہ ہوں ، عمر اور مزاج کے مطابق نہ ہوں ، تو خیال دوسرے کے ذہن تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا - اس معاملے میں وہ ایک صناع ہیں کہ ان کی نادرہ کاری اور نازک مزاجی کے امتزاج نے الفاظ کو پتھر سے نگینہ بنا کر مناسب اور متناسب کیا اور خیال کے خالص سونے پر یہ جڑاؤ کام اور بھی دیدہ زیب ہوگیا - قافیئے کا استعمال ان کے ہاں خاص معنی رکھتا ہے اور ردیف ہر جگہ اپنی معنویت کا ایک مخصوص انداز لیے ہوئے آتی ہے ، کہیں وہ گنگناتی ہے ، کہیں تھاپ بن جاتی ہے ، کہیں نغمے کو ابھارتی ہے اور کہیں خیال سے پیوست ہو جاتی ہے :

اثر کا نام نہ لو دوستو ، خدا کے لیے
ملے تو مانگ نہ لوں آہ نارسا کے لیے
جو دلبری کا یہ عالم رہا تو اے شوخی !
کوئی کرشمہ نہ چھوڑے گی تو حیا کے لیے
مقدرات کی تقسیم جب ہوئی عابد
جو غم دیئے نہ گئے تھے وہ میں نے جا کے لیے

یہاں میں نے دانستہ اس غزل کے وہ شعر لیے ہیں جن میں ردیف الگ الگ مفہوم لے کے آتی ہے - یہی کیفیت اکثر و بیشتر غزلوں میں ہے -

اس مجموعے میں عابد غزل گو و سخن سرا "بے نوا" بن کر بھی ابھرے ہیں - وہ شاعر جو محبوب سے غمزہ و عشوہ و ادا روائتی طور پر طلب کرے ، اور اس کے جوہر وفا کو اپنا حق جانے ، دنیا سے نکل کر دین کی وادی میں پہنچا تو بے نوا ہوگیا کہ اس وادی کی نوا ھی بے نوائی ہے - خدا کی بارگاہ میں

Taj Tahir Foundation

انسانی عظمت عجز و بندگی میں ہے اور حضور سرکار دو عالم معراج اس محبت میں ہے جو کہہ سکے:

لائی ہے آج نکہت سرکار دو جہاں
اے صحن باغ! موج صبا کو سلام کر

لیکن نظم ہو یا غزل عابد صاحب بالطبع غزل کہتے ہیں۔ اُن کے ہاں کیفیت و مضمون کے اعتبار سے وہ بے جا قافیہ بندی اور پیوند نہیں جو قدیم غزل کا خاصہ ہیں۔ ایک ہی غزل میں ہجر کا رونا اور وصال کا عالم بہم پیش کرنا خلاف واقعہ بھی ہے اور خلاف اظہار بھی اور عابد صاحب اپنے خراج سے مجبور ہو کر بھی اسے قبول نہیں کر سکتے۔ اُن کے ہاں بیشتر غزلوں میں ایک فضا، ایک بڑھتا ہوا تاثر، ایک پھیلتا ہوا تصور، ایک جولاں خیال کا عالم ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بیشتر غزلوں کو نظم کہیے اور ہر شعر کے مزاج اور تیور دیکھیے تو ٹھیٹ غزل اور ایسی غزل جس پر عابد صاحب کی اپنی چھاپ بھی موجود اور ثقہ تغزل کی مہر بھی ثبت۔ نظموں میں بھی یہی بات کہ تسلسل خیال اور فکر مربوط کے ساتھ غزل کی سی چاشنی بھی اور زبان بھی۔

اقبال کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ناگہاں نور میں نہلائے گئے دشت و دمن
فکر اقبال کا مہتاب ہوا جلوہ فگن
ہو گئے بزم تماشا کے دریچے روشن

ناگہاں صحن گلستاں میں چلی باد بہار
ہوگیا ہر گل تر صورت نے سینہ فگار
مل گئی بلبل و قمری کو زبان گفتار

ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ فکر اقبال کو بھی عابد غزل خواں نے محبوب بنا کر سجایا اور ایسی فضا میں پیش کیا، کہ اُس کا حسن اور بانکپن پوری طرح نکھر آیا اور اس نظم کا آخری بند تو مجھے فکر عابد پر چست دکھائی دیتا ہے:

صرف کے سینۂ یخ بستہ میں روشن ہوئی آگ
لفظ کی صوت سخن ساز سے پیدا ہوئے راگ
کہہ دیا فکر نے لیلائے معانی سے کہ جاگ!

Taj Tahir Foundation

ستم ہوگا اگر 'ساقی نامہ' کا ذکر نہ کروں ، کہ ساقی نامہ عابد صاحب کی خاص چیز ہے ۔ اردو شاعری میں اقبال کا ''ساقی نامہ'' بڑا مقام رکھتا ہے ۔ لیکن اقبال کے فکر نے گوارا نہ کیا ، کہ فارسی ساقی نامہ سے مستعار لے کر اس رنگ سخن کو اپنے لہو میں ڈبوئے بغیر چھوڑ دے ۔ چنانچہ اقبال کا ساقی نامہ اپنے دور پر بھی تبصرہ ہے اور اپنی خودی کا پرچار بھی ۔ اس کے برعکس عابد صاحب نے اپنے ساقی ناموں کو مے کدے سے باہر نہیں نکلنے دیا اس لیے کہ :

خرد ہے زمانے میں دامن کشاں　　　اٹھا ساقیا ساغر گلفشاں

اس مجموعے کا 'ساقی نامہ' ایک ایسا سراپا لیے ہوئے ہے ۔ جو مدتوں یادگار رہے گا ۔ مصرعوں کی اٹھان سے عشوہ و ناز کی ترک تازیاں یوں گلے مل رہی ہیں ، کہ تصور اور ذوق شعر دونوں مسحور ہوئے جاتے ہیں ۔ سچ کہتے ہیں :

مرے لفظ ہیں راز دار غنا　　　مری بات ہے شعر کی آبرو
کیا کرتے ہیں جی سے جو گفتگو　　　ہمیں جانتے ہیں زباں آورد !

اس مجموعے کے آخر میں عابد صاحب نے اپنی انفرادیت اور نکتہ دانی سے ایک اور میدان مارا ہے ، جسے اکثر و بیشتر شعرا اپنے کمال کے معانی گردانتے ہیں ۔ آپ نے ''اوایل مشق و تقلید'' کا ایک باب کھول کر اپنے فنی ارتقا اور مشق سخن کے مراحل کو بھی پیش کر دیا ہے اور یہ بھی دکھا دیا ہے ، کہ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے انھوں نے اپنے پیش رووں اور معاصرین کے نقوش قدم کو بھی رہنما جانا اور ان کے چراغوں سے اپنا چراغ روشن کرنے کو بھی عیب نہیں سمجھا ۔ حق ہے کہ منزل سے محبت ہمسفروں کو بھی محبوب بنا دیتی ہے ۔ عابد صاحب کے دل میں جو محبت موجزن ہے ۔ اس نے دشمنوں کو بھی دوست ٹھہرایا ہے ۔ دوست تو خیر دوست ہوتے ہیں ۔ امیر خسرو کی زبان میں یوں کہیے :

غمے دارم کہ باد از دوستاں دور
بحق دوستی از دشمناں ہم

چند ماہ ہوئے جب میں لاہور تبدیل ہو کر آیا تو عابد صاحبؒ نے مجھے اور قیوم نظر کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ۔ ان کی محفل آرائیوں کے

Taj Tahir Foundation

پیش نظر میں نے مسکراتے ہوئے کہا - بس ہم دونوں ؟ فرمانے لگے ''نہیں، یوسف ظفر ! اگر کوئی پچیس سال پرانا دشمن بھی مل جائے تو اُسے بھی ساتھ لے آنا'' - یہ ہے میرے نزدیک عابد صاحب کی ذات جس نے 'بریشم عود' کے پردے میں چھپ کر وہ نغمہ چھیڑا ہے، جو صدیوں یادگار رہے گا :

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر کی صحبت نہیں رہی

یوسف ظفر

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

غزلیات

به هوش سیر چمن کن که شاهدان مستند
قرابه بر سر ابر بهار بشکنند

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

○

اس نگار محفل آرا کا پیام آ ہی گیا
کوئے رسوائی سے عابد کو سلام آ ہی گیا

سجدے میں یاد آ گئے محراب گردن کے خطوط
لب پہ تیرا نام بھی وقت قیام آ ہی گیا

روکتی تھی گردش دوراں مگر اے چشم یار
تیرا ایما دیکھ کر گردش میں جام آ ہی گیا

دشت غم کی چاندنی بالائے بام آ ہی گئی
سرو ہجراں کے چراغاں کا مقام آ ہی گیا

آخر شب ساتگیں میں رہ گیا زہراب غم
آخر شب عاشقوں تک دور جام آ ہی گیا

Taj Tahir Foundation

○

گلزار ترے حسن کا نقش کف پا ہے
ہر پھول ترے دست نگاریں کی حنا ہے

ہر شام گلستان ہے بہار شب گیسو
ہر صبح چمن روئے درخشاں کی ضیا ہے

ہر نکہت نوریں ترے دامن کی ہے خوشبو
ہر گلبن رنگیں ترے قامت کی ادا ہے

ہے تیرے لبوں کو ہوس لمس تمنا
منہ بند کلی منتظر باد صبا ہے

اے دیدہ ورو گلبن و گلزار کو سمجھاؤ
یہ خوں شدگی مرض شگفتی کی سزا ہے

درپیش ہے مجھ کو سفر کوئے ملامت
یہ راہ کوئی سانحہ چلے گا نہ چلا ہے

Taj Tahir Foundation

○

نور مہتاب کا دیکھا جو غبار — تیری تابانیٔ تن یاد آئی
آئی جب نکہت گیسوئے بہار — تیری خوشبوئے دھن یاد آتی

وہ قیامت کہ تجلی حیراں — تیری تنویر بدن یاد آئی
دیکھ کر ثروت حسن محبوب — اپنی ناداریٔ فن یاد آئی

جب ہوئے شام کے سایے گہرے — ناگہاں صبح وطن یاد آئی
دشت غربت میں کٹی رات مگر — صبح کو شام چمن یاد آئی

کیا تماشا تھی جوانی میری
آج خاکم بدھن یاد آئی

Taj Tahir Foundation

○

جلتی رہے گی مشعل مہتاب رات بھر
اب میں ہوں اور دیدۂ بے خواب رات بھر

چھائی رہی ہے صبح تلک درد کی گھٹا
پیتا رہا ہوں غم کی مئے ناب رات بھر

روتا رہا ہوں صورت ابر بہار کل
لٹتے رہے ہیں گوہر نایاب رات بھر

بہتے رہے نہال چمن خار و خس کے ساتھ
چڑھتا رہا بہار کا سیلاب رات بھر

یونہی چراغ لالہ فروزاں نہیں ہوا
جلتی رہی ہے شبنم شاداب رات بھر

اک چاندنی کے پھول سے مہکا ہوا ہے دل
میں دیکھتا رہا ہوں یہی خواب رات بھر

سیکھے تری نظر سے بہ عنوان دلبری
عرض نیاز و ناز کے آداب رات بھر

با وصف تیرگی تری زلفوں کی اوٹ میں
لرزاں تھی صبح صورت سیماب رات بھر

عابد یہ کون شعلہ نوا تھا غزل سرا
روشن تھی شمع محفل احباب رات بھر

Taj Tahir Foundation

○

اثر کا نام نہ لو دوستو خدا کے لیے
ملے تو مانگ نہ لوں آہ نارسا کے لیے

کہاں تک اے لب نوشین یار سحر و فسوں
رہی نہ بات کوئی چشم سرمہ سا کے لیے

جو دلبری کا یہ عالم رہا تو اے شوخی
کوئی کرشمہ نہ چھوڑے گی تو حیا کے لیے

لرز رہا تھا مرے دل میں ایک قطرۂ خوں
سنبھال کر اسے رکھا تری حنا کے لیے

قسم ہے ذوق نظر کی کہ ہوگئی مخصوص
بہار لالہ و گل تیرے نقش پا کے لیے

مقدرات کی تقسیم جب ہوئی عابد
جو غم دئے نہ گئے تھے وہ میں نے جا کے لیے

Taj Tahir Foundation

○

عجب نہیں جو محبت مری سرشت میں ہے
یہی شرار نہاں روح سنگ وخشت میں ہے

نہ بجلیوں کو خبر ہے نہ خوشہ چیں کو پتہ
کہ اک نہال تمنا ہماری کشت میں ہے

یہ رنگ و نور کے نغمے یہ دلکشا جلوے
صنم کدے ہیں کہ ذوق نظر بہشت میں ہے

ابھی نگاہ پہ ہیں رسم و وہم کے پردے
ابھی خیال طسلمات خوب و زشت میں ہے

حرم کے دیدہ وروں سے پتہ ملا عابد
کہ ڈھونڈنے جسے نکلے ہو وہ کنشت میں ہے

Taj Tahir Foundation

○

دن ڈھلا ، شام ہوئی ، پھول کہیں لہرائے
سانپ یادوں کے مہکتے ہوئے ڈسنے آئے

وہ کڑی دھوپ کے دن ، وہ تپش راہ وفا
وہ سواد شب گیسو کے گھنیرے سائے

دولت طبع سخن گو ہے امانت اس کی
جب تری چشم سخن ساز طلب فرمائے

جستجوے غم دوراں کو خرد نکلی تھی
کہ جنوں نے غم جاناں کے خزینے پائے

سب مجھے مشورہ ترک وفا دیتے ہیں
ان کا ایما بھی ہو شامل تو مزا آ جائے

کیا کہوں دل نے کہاں سینت کے رکھا ہے اسے
نہ کبھی بھولنے پاؤں نہ مجھے یاد آئے

میں نے حافظ کی طرح طے یہ کیا ہے عابد
" بعد ازیں مے نہ خورم ؛ بے کف بزم آرائے "

Taj Tahir Foundation

○

دیکھنا طوفان برق و باد و باراں دیکھنا
بجھ نہ جائے شمع محفل ہائے یاراں دیکھنا

آج کل ہر خار کو یہ بات ہے نوک زباں
ہم بھی ہیں گلشن میں اے فصل بہاراں دیکھنا

ہمدمو جاتے تو ہو سوئے مقامات بلند
راہ میں پڑتا ہے اک شہر نگاراں دیکھنا

ہم فقیروں سے کہ ہیں رمز آشنائے چشم یار
کتنا برہم ہے مزاج شہر یاراں دیکھنا

موج خوں پر مجھ کو ہوتا ہے گماں موج رنگ
یہ فسوں پردازیٔ فصل بہاراں دیکھنا

اک ذرا عابد سنبھل جائے تو اے ارباب ناز
اس کو پھر مسند نشین بزم یاراں دیکھنا

Taj Tahir Foundation

○

جبین تمنا کی تابانیاں ہیں
کہ دل میں ابھی تک پرافشانیاں ہیں

یونہی تیرے گیسو ہیں رسوا کہ مجھ کو
پریشانیاں تھیں، پریشانیاں ہیں

ہمیں رمز جینے کی پہچانتے ہیں
پشیمانیاں سخت نادانیاں ہیں

قفس ہم کو راس آ گیا ہم صفیرو
سحر خیزیاں ہیں، غزل خوانیاں ہیں

محبت کے آداب کس کو بتاؤں
سبکساریاں ہیں، گراں جانیاں ہیں

تجلی کو ہے آرزوئے تماشا
تمھاری بھی کیا جلوہ سامانیاں ہیں

وہ لعل سخن داں وہ چشم سخن گو
ادا فہمیاں ہیں، ادا دانیاں ہیں

نہ جینا ہے مشکل محبت میں عابد
نہ یہ ہے کہ مرنے میں آسانیاں ہیں

Taj Tahir Foundation

○

بے کراں درد کی دولت کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے مجھے وحشت کبھی ایسی تو نہ تھی

اضطراب غم فرقت کبھی ایسا تو نہ تھا
بے تکلف مری حالت کبھی ایسی تو نہ تھی

ڈس لیا روز کی تنہائی نے ورنہ مجھ کو
محفل آرائی کی فرصت کبھی ایسی تو نہ تھی

میں پریشانیٔ خاطر کے قریں تھا لیکن
گیسوئے یار کی صورت کبھی ایسی تو نہ تھی

یاد نے آج سجائی ہے وہ محفل کہ نہ پوچھ
ورنہ انوار کی طلعت کبھی ایسی تو نہ تھی

ہمدمو! دیکھتے ہو تابش مہتاب خیال
چاندنی شام سعادت کبھی ایسی تو نہ تھی

نکہت و نور کے جلوے کبھی ایسے تو نہ تھے
رامش و رنگ کی نکہت کبھی ایسی تو نہ تھی

نوک نشتر کی ہو پیوست رگ جاں ہر دم
وضع آداب محبت کبھی ایسی تو نہ تھی

Taj Tahir Foundation

کبھی سنکے جو ہوا پھول گلے ملتے تھے
بے ثمر شاخ رفاقت کبھی ایسی تو نہ تھی

تجھے غیروں پہ بھروسہ کبھی اتنا تو نہ تھا
مجھے اپنوں سے شکایت کبھی ایسی تو نہ تھی

اب تو آنکھیں مری بے خواب ہیں ، راتیں بیتاب
روز افزوں تری چاہت کبھی ایسی تو نہ تھی

جیے جانا مرا مطلوب تھا ظالم کو مگر
جیے جانے کی اذیت کبھی ایسی تو نہ تھی

میں بھی تھا گردش دوراں سے پریشاں عابد
روز کی ایک مصیبت کبھی ایسی تو نہ تھی

Taj Tahir Foundation

○

آؤ ان کے لعل افسوں ساز کی باتیں کریں
سحر کی باتیں کریں اعجاز کی باتیں کریں

حسن شیریں کار کے سب روپ ہیں عالم فریب
ناز کی باتیں کریں انداز کی باتیں کریں

پھر محیط زندگی ہے فتنۂ سیل بلا
پھر انہیں کے شعلۂ آواز کی باتیں کریں

آپ کی چشم حیا پرور سخن‌گو ہو تو ہم،
انجمن میں کیا نیاز و راز کی باتیں کریں

تہ نشین سیل خوں ہے لالۂ رنگیں قبا
کیا کسی فصل چمن پرداز کی باتیں کریں

خود پر افشاں ہے قفس ذکر پر پرواز سے
ہم صفیرو حسرت پرواز کی باتیں کریں

کچھ اشارے کچھ کنائے کچھ حقیقت کچھ مجاز
آج عابد ہمدم و دمساز کی باتیں کریں

Taj Tahir Foundation

○

کیوں نہ گلزار میں ہو میری نوا آوارہ
سبزہ بے گانہ ہوا باد صبا آوارہ

تجھے منظور ہے اے عصمت مریم کی مثیل!
ہوں تیرے شہر میں ارباب وفا آوارہ

موج خوں ایک مرے سینے میں تھی پردہ نشیں
لب پہ آئی تو ہوئی آہ رسا آوارہ

خس و خاشاک نہ دیں میرے نشیمن کا سراغ
لاکھ ہو شعلہ فشاں برق بلا آوارہ

کیا بتائیں تمھیں اے ہم نفسو! اپنا مقام
یا مقیمان در یار ہیں یا آوارہ

عابد شعبدہ پرداز کو سب جانتے ہیں
تیرے کوچے کا غزل گوئے گدا آوارہ

Taj Tahir Foundation

○

پاس ناموس وفا ھے اب تک — کف دل آبله پا ھے اب تک

صحن گلشن سے گذر بھی وہ گئے — پر فشاں باد صبا ھے اب تک

اس کے سائے میں اماں ملتی ھے — کیا گھنی زلف دوتا ھے اب تک

کتنے وحشی ھیں غزالان خیال — لفظ معنی سے جدا ھے اب تک

کتنے دشوار ھیں آداب نوا — صوت نغمے سے خفا ھے اب تک

کیا محبت کے ھیں آداب که ناز — خود بھی پابند جفا ھے اب تک

نا صحو مل تو گئی مجھ کو سزا — که مری عقل بجا ھے اب تک

ھر ملاقات یه اظہار حیا — یه ادا ھوش ربا ھے اب تک

اس نے مانی تھی مری بات کبھی — اسے ھر بات روا ھے اب تک

بجھ گئی شمع شبستان خیال — نور غم چہرہ کشا ھے اب تک

سن تو لے عابد اشفته مزاج
تیرے کوچے کا گدا ھے اب تک

Taj Tahir Foundation

○

شب کی صبر آزمائیاں توبہ — صبح کی نارسائیاں توبہ
رات دن اضطراب کا عالم — پہلے پہلے جدائیاں توبہ
وہ مرا ضبط غم وہ دیدۂ نم — منہ پہ اڑتی ہوائیاں توبہ
وہ نصیحت گری وہ چپ مری — ہم دموں کی دہائیاں توبہ
بات بنتی نہیں تمنا کی — فصل ہوں یا رسائیاں توبہ
راہ کٹتی نہیں محبت کی — وصل ہو یا جدائیاں توبہ
کس طرح تھک کے دل میں بیٹھ گیا — غم کی آزردہ پائیاں توبہ
دل سے جاتا نہیں ہے یہ سہاں — درد کی بے حیائیاں توبہ
ایک کو تو صبح و شام کا رونا — دوسرے جگ ہنسائیاں توبہ
ایک بت کے لیے خدا کی لگن — بے تکی پارسائیاں توبہ
ایک صبح وصال کی خاطر — رات بھر جبہ سائیاں توبہ
تم نے کیسے سنی مری بپتا — میری آنکھیں بھر آئیاں توبہ
پیرہن ہے بدن سے رنگیں تر — ناز کی خود نمائیاں توبہ
آستینوں میں شمع روشن ہے — کندنی سی کلائیاں توبہ
اس قدر بے نیازیاں اللہ — اس قدر کج ادائیاں توبہ
میٹھی میٹھی سہاونی باتیں — ظاہری خوش نمائیاں توبہ
تیکھی چتون کی بس بھری گھاتیں — معنوی کج ادائیاں توبہ
اے بتو بس کرو خدا کے لیے — اتنی بے اعتنائیاں توبہ

دل نہ ٹوٹا کسی طرح عابد
غم کی زور آزمائیاں توبہ

Taj Tahir Foundation

○

غم دل کی جو شکایت کی ہے
تم نے چھیڑا ہے تو جرات کی ہے
ہم بیت ثقہ ہیں اے مفتیٔ شہر
سب حسینوں سے روایت کی ہے

دن چڑھے پر نہ اجالا ہوگا
یہ کہانی شب فرقت کی ہے
دل کے بجھنے سے ہوا یہ روشن
مہ جبینوں سے محبت کی ہے

ناصحا میں نے بہ ایں عقل و خرد
جانتا ہوں کہ حماقت کی ہے
یہ جوانی تری آلودۂ زہد
تو نے توہین مشیت کی ہے

کوئی محراب ہو ابرو ہی سہی
عمر بھر ہم نے عبادت کی ہے
ہم کبھی سیر نہ کرتے دل کی
غم دوراں کی بدولت کی ہے

بات ہی میں نے نہیں کی عابد
یا جو کی ہے تو قیامت کی ہے

Taj Tahir Foundation

○

کیا بتائیں بیٹھے بیٹھے بات کیا یاد آ گئی
بس بھرے نینوں کی چنچل امرتا یاد آ گئی

تیکھی تیکھی چتونوں کا بانکپن یاد آ گیا
وہ رسیلی چھپ وہ البیلی ادا یاد آ گئی

من کی بستی پریت کی بوندوں سے جل تھل ہو گئی
وہ سہانی رت وہ متوالی گھٹا یاد آ گئی

صندلی ماتھے کی بندی ۔ ناخنوں کا سرخ رنگ
سر سے لے کر پاؤں تک وہ سندرتا یاد آ گئی

لہریا آنچل جو لہراتا ہوا یاد آ گیا
اوٹ سے وہ مسکرانے کی ادا یاد آ گئی

جب سہارا دینے والے گر گئے بے آسرا
پریت اس کی بن کے جی کا آسرا یاد آ گئی

دور اک بے آسرا سا دیپ جلتا دیکھ کر
ہم کو اپنی کامناؤں کی چتا آ گئی

کیا بتاؤں کس طرح آئی وہ عابد آج یاد
اپنا جی بھولا ہوا یاد آ گیا یاد آ گئی

Taj Tahir Foundation

O

ھائے اس جان تمنا سے ملاقات کا دن
سحر و افسانه و افسوں و طلسمات کا دن

سر محبوب مرے دوش په با دیدۂ نم
بھولتا ھی نہیں بھیگی ھوئی برسات کا دن

چشم جادو کی جنوں خیز اشارات کی شام
لب لعلیں کی فسوں ریز حکایات کا دن

وہ لگاوٹ کے سلام اور محبت کے پیام
وہ کرامات کا وقت اور عنایات کا دن

وہ تبسم کی نزاکت وہ تکلم کا فسوں
وہ اشارات کا عالم وہ کنایات کا دن

ھوس لمس سے مخمور وہ آنکھیں سرمست
ساتگیں رقدح و ساغر و کاسات کا دن

حسن کی جلوہ گری عشق کی اشفته سری
عشق اور حسن کے احوال و مقامات کا دن

وہ تماشائے طلسمات نقاب ھفتم
وہ سلوحی کی طرح رفع حجابات کا دن

وہ طلوع سحر وصل کے اسرار و رموز
وہ نوید شب امید کی غایات کا دن

وہ مری گود میں پگھلی ھوئی چاندنی لرزاں
وہ تب و تاب تمنا کی رعایات کا دن

Taj Tahir Foundation

وہ شب زلف سیہ تاب وہ صبح رخسار
وہ مرے ذوق تماشا کی مدارات کا دن
اس کی تابانیٔ تن جیسے ہو کندن روشن
یاد ہے شعلۂ دیدار کی اس رات کا دن

من کے ناز خود آرا کے تلطف کا سماں
ناز کے حسن تغافل کی شکایات کا دن
ان کی نظروں سے عیاں مہر و محبت کے نشاں
وہ صنم خانۂ تقدیر کی آیات کا دن

وہ بیاضی رخ محبوب پہ تحریر وفا
ورق سادہ پہ وہ ثبت عبارات کا دن
وہ کرشمہ مری گستاخ نگاہی کا تھا
جسے خود کہتے تھے وہ فتح مہمات کا دن

کوئی سمجھائے مجھے حسن کی چالیس عابد
جیت کی رات ہوئی میرے لیے مات کا دن

Taj Tahir Foundation

○

ملتا نہ اگر لعل سخن گو کا سہارا
اس رنگ کے اشعار طرحدار نہ ہوتے

کرتی نہ اگر چشم فسوں ساز اشارا
اس طرح سے گویا لب گفتار نہ ہوتے

○

کچھ فقط گل ہی نہیں کشتہ شمشیر بہار
چوئے خوں باغ میں ہر خار تک آ پہونچی ہے

کبھی نظروں میں جو تھی موج تبسم پنہاں
رفتہ رفتہ وہ لب یار تک آ پہونچی ہے

Taj Tahir Foundation

○

توجہ تیری تمہید ستم یوں بھی ہے یوں بھی ہے
جفا ہو یا وفا ہو دل کو غم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

گیا کیوں ان کی محفل میں اٹھا کیوں ان کی محفل سے
شکایت ان کو مجھ سے بیش و کم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

شکایت کر کے دیکھی چپ بھی سادھی اور کیا کیجیے
تمھیں تو ہم سے ملنے کی قسم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

جئیں تو جگ ہنسائی اور مریں تو ان کی رسوائی
ہماری لوح قسمت میں رقم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

سنور جائے تو آفت ہے بکھر جائے تو آفت ہے
بلائے جاں وہ زلف خم بہ خم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

کبھی خوش رنگ گل دستہ ، کبھی اک نقش سربستہ
بہر صورت وہی نقش قدم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

اگر جائے تو شرمائے ، نہ جائے تو خطا کھائے
کہ عابد راندۂ دیر و حرم یوں بھی ہے یوں بھی ہے

Taj Tahir Foundation

○

مدت کے بعد آئے ہیں اے راہ بر جہاں
میرا خیال تھا کہ چلے تھے یہیں سے ہم

دیکھیں گے ایک روز بتوں کی خدائیاں
مانگیں گے ایک روز تمھیں کو تمھیں سے ہم

رندوں کے پاس دولت ایمان و دیں کہاں
شرمندہ ہیں اس آفت ایمان و دیں سے ہم

Taj Tahir Foundation

○

ساقی صبح کا تارا نکلا بزم طرب ہے درہم برہم
چاند کی ضو ہے پھیکی پھیکی شمع کی لو ہے مدھم مدھم

راہ نما اے راہ نما ہم رہ گیروں پر کیا بیتے گی
پائے طلب ہے زخمی زخمی دست وفا ہے جو کھم جو کھم

حسن کی گھاتیں تیکھی تیکھی عشق کی باتیں سیدھی سیدھی
عشق ہے ناداں دنیا دنیا حسن ہے شاداں عالم عالم

ہم نے بھی اے خواب زلیخا خواب کا سا اک منظر دیکھا
پھول سا ماتھا روشن روشن چاند سا چہرہ شبنم شبنم

خوب مری تقدیر نے بدلے عابد صبح و شام کے نقشے
صبح سعادت گاہے گاہے شام مصیبت پیہم پیہم

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

غزلیات

نوا فزون ست ز اندازهٔ بریشم عود
غزل به زمزمه خوانم که پردها پستند

(نظیری)

Taj Tahir Foundation

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. ....
Date: ....
Call No. ....
(Donated by ....)

Taj Tahir Foundation

○

یا نوائے آتشیں عابد غزل خوانوں کے ساتھ
یا طواف شعلہ زار شمع پروانوں کے ساتھ

شام ہجراں چاندنی کی جھانجھریں پہنے ہوئے
رات کی نیلم پری جاگی ہے دیوانوں کے ساتھ

شاید ان میں کوئی صورت آشنا اپنا بھی ہو
روز تھوڑی دور ہم چلتے ہیں بیگانوں کے ساتھ

کوئی سمجھاؤ بھی دیوانوں کو رمز سوز و ساز
کوئی جاؤ بھی حضور شمع پروانوں کے ساتھ

رات کا خواب پریشاں مجھ کو اب تک یاد ہے
جل رہا تھا طاق کسریٰ بھی شبستانوں کے ساتھ

موج ہائے نور کے دریا میں تھا سیلاب رنگ
رات کو گردش میں تھے فانوس پیمانوں کے ساتھ

کوئی جانے تیری بزم ناز کے راز و نیاز
رات بھر جلتی رہی قندیل پروانوں کے ساتھ

اپنے اپنے آبگینے سب کو ہوتے ہیں عزیز
ہم نشینو! کون چلتا ہے گراں جانوں کے ساتھ

آئی جب دشت وفا سے نکہت نخل جنوں
بے تکلف ہو لیے سب لوگ دیوانوں کے ساتھ

بار تھا ذوق نظر عرض ہنر تھا درد سر
کٹ گئی کٹنے کو عابد عمر انسانوں کے ساتھ

Taj Tahir Foundation

○

یوں ہے رخ ملیح پہ افسردگی کی لہر
سبزہ پہ جیسے سایۂ شاخ سمن پڑے

یہ گلشن وفا ہے کہ بے منت صبا
لہرا رہے ہیں پھول چمن در چمن پڑے

خوشبو سے جن کی آج بھی روشن ہے آرزو
ایسے بھی راہ درد میں کچھ پھول بن پڑے

صحن چمن میں آہ بھی کرتی نہیں نسیم
یہ خوف ہے کہ عارض گل پر شکن پڑے

تقدیر کے یہ پیچ ہیں زلفوں کے خم نہیں
بگڑی ہوئی ہمیں نہ بنا دیں جو بن پڑے

ویرانۂ خیال میں آئی کسی کی یاد
صحرا پہ جیسے چاند کی پہلی کرن پڑے

آویزش غبار و نسیم بہار میں
کانٹے کی تول آج گلستاں میں رن پڑے

ترک وفا کا درس مجھے دو حضور یار
اے ہم دمو جو حوصلۂ دم زدن پڑے

Taj Tahir Foundation

○

شام رنگیں حریف جلوۂ رنگ
صبح زریں مثیل حسن فرنگ

نغمۂ رنگ و نکہت آہنگ
کوئی دیکھو خیال کے نیرنگ

تار ابریشمی نہ تابش زر
دنگ ھیں عقل و دانش و فرہنگ

ق

نور سے زندگی کے روشن ہے
پیرھن زندگی کا رنگا رنگ

کوئی دیکھو فروغ حسن خیال
کوئی دیکھو بہار کے نیرنگ

ق

خود بخود دل میں نغمہ پیرا ھیں
دف و مردنگ ونائی بربط و چنگ

حرف ، پیرایۂ بیان کا نقص
لفظ آئینۂ خیال کا زنگ

ق

Taj Tahir Foundation

ہم دمو ! پھر کہاں سے آتا ہے
یہ معانی کا جلوۂ صد رنگ

عشق ہے نقش کار چہرۂ یار
سحر و افسون و عشوہ و نیرنگ
ق

حسن شیریں ہے ثبت صحرا پر
کوہ کن ہے نہ جوئے شیر نہ سنگ

نازنینوں کو کون سمجھائے
رمز ناز و نیاز کے نیرنگ

عشق میں اک مقام ایسا ہے
کہ بہ وصف ہزار رامش و رنگ

سجدہ کرنا تو خیر ایک طرف
سر جھکانا جہاں ہے باعث ننگ

دیکھنا یہ غزل ہے عابد کی
کہیں چھپتا بھی ہے مزاج کا رنگ

Taj Tahir Foundation

○

حجرۂ سنگ میں صنم ۔ حجلۂ رنگ میں صنم
ذوق نظر کی خیر ہو اب نہ رہے کہیں کے ہم

بلبل و گل پہ دیکھئے سحر بہار کا اثر
نغمہ ہے رنگ سر بسر ۔ رنگ ہے نور بیش و کم

سبزے کے فرش سبز پر لیٹ گئی ہے چاندنی
شاخ شجر سے ماہتاب دیکھ رہا ہے دم بہ دم

دیدہ ورو سخنورو بات بھی تو کوئی کرو
بھول گئے ، کہ یاد ہیں راہ وفا کے پیچ و خم

ایک مرے نصیب کا بادۂ عشق ہی تو تھا
گردش روزگار نے گھول دیا اسی میں سم

شامل کار شام غم گیسوئے یار ہی تو تھا
صبح ہوئی تو کھل گیا گیسوئے یار کا بھرم

آنکھ میں پھیر دی گئیں دیدہ ورو سلائیاں
دست گدا میں ایک دن دیکھ لیا تھا جام جم

دایرۂ حیات ہے رسم و رہ صنم گری
نقطۂ اولیں صنم ، منزل آخریں صنم

عابد سحر کار نے لاکھ جتن کیے مگر
دشت غزال کے خیال کر ہی گیے غزل سے رم

Taj Tahir Foundation

○

کبھی تھا وقف تری محفل طرب کے لیے
چراغ دل کہ سلگتا ہے آج سب کے لیے

افق پہ چاند کی چمپا کلی چمکتی ہے
سجائے جاتے ہیں زیور نگار شب کے لیے

ترے گدا نے بھی ساغر کا نقرئی آنچل
کہیں سے مانگ لیا دختر عنب کے لیے

چمن سے پھول کے دھوکے میں چن لیے شعلے
کف وفا کے لیے دامن طرب کے لیے

کبھی میں جرات اظہار مدعا تو کروں
کوئی جواز تو ہو لطف بے سبب کے لیے

مجھے خبر ہے کہ کافی ہے ایک ذوق نظر
دکان کاکل و رخسار و چشم و لب کے لیے

تمام عمر بہ فیض نگاہ لالہ رخاں
سند رہا ہوں اشارات چشم و لب کے لیے

ستارہ صبح کا روشن تھا شام سے عابد
یہی تھی موت حریفان بزم شب کے لیے

Taj Tahir Foundation

○

پیچ و خم شعر میں هم رکھتے هیں
تیری زلفوں کا بھرم رکھتے هیں

مار هو یا رسن و دار که هم
آستینوں میں بہم رکھتے هیں

آپ کی بزم تماشا کے فقیر
پا سر مسند جم رکھتے هیں

کیا کریں عرض هنر دیده ورو
هم که اک دیدۂ نم رکھتے هیں

همیں محرم هیں حرم کے عابد
همیں پہلو میں صنم رکھتے هیں

Taj Tahir Foundation

○

کبھی جو اشہب لیل و نہار ٹھہرے گا
تو زیر سایۂ دیوار یار ٹھہرے گا

کسی کا دامن زرتار ہو کہ تاج شہی
کہیں تو میری لحد کا غبار ٹھہرے گا

کسے خبر تھی غم یار جس کو سمجھے تھے
اسی کا روپ غم روزگار ٹھہرے گا

یہ فیصلہ ہے کہ با وصف ناصحان کرام
ٹھہر سکا نہ دل بے قرار ٹھہرے گا

فریب ہے کہ نظر آ رہا ہے دیدہ ورو
وہ کارواں جو سر کوئے یار ٹھہرے گا

مزاج گردش دوراں ابھی تو بدلے گا
ابھی تو خار شریک بہار ٹھہرے گا

لہو رواں ہے گلستاں کی شاہراہوں پر
وہی لہو کہ نوید بہار ٹھہرے گا

فریب دل کا نہ کھانا کہ وقت پر عابد
بتا دیا کہ بے اعتبار ٹھہرے گا

Taj Tahir Foundation

○

یہ پھول اے بہار سردار کون ہیں
خاک چمن کے محرم اسرار کون ہیں

یکسر زبان شوق پہ کانٹے پڑے ہوئے
یہ تشنگان جلوہ گہ یار کون ہیں

آنکھوں میں نوک جلوہ کے بھالے گڑے ہوئے
یہ کشتگان حسرت دیدار کون ہیں

پاؤں میں آبلوں کے جواہر جڑے ہوئے
یہ رہروان عرصۂ پر خار کون ہیں

یہ کون ہیں جو خون میں اپنے نہا گئے
رنگینئی سخن کے طلب گار کون ہیں

اے حارس حریم چمن کچھ خبر بھی ہے
مار سیاہ سینۂ گل زار کون ہیں

Taj Tahir Foundation

○

اے پاسبان صحن وفا کچھ پتا بھی ہے
سارق نقب زناں پس دیوار کون ہیں

پانی میں آگ ، آگ میں بجلی خدا کی شان
یہ ارض سامری کے فسونِ کار کون ہیں

ہاتھوں میں بجلیوں کی سنہری رتھوں کی باگ
یہ ساحران ابر گہر بار کون ہیں

عابد نصیب خفتہ جنھیں دے دیا گیا
وہ طالبان دولت بیدار کون ہیں

وصف خوباں نہ حدیث دگراں باقی ہے
بس تماشائے جہان گزراں باقی ہے

اب کوئی مرحلہ باقی ہے ، نہ منزل نہ مقام
شکوۂ بے دلئی ہم سفراں باقی ہے

''عشق و مزدوری عشرت گہ خسرو کیا خوب''
داغ ہم پیشگی کم ہنراں باقی ہے

وہ بھی آزردۂ آداب تماشا ہوگی
ایک لے دے کے جو چشم نگراں باقی ہے

دیکھ لو عابد آشفتہ کو اے دیدہ ورو!
وہی من جملۂ صاحب نظراں باقی ہے

Taj Tahir Foundation

○

ہم زباں چپ ہوگئے ہم داستاں چپ ہوگئے
کیسے کیسے محفل آرا ناگہاں چپ ہوگئے

آرزو کے دشت و صحرا پر خموشی چھاگئی
دل کے نغمے کارواں در کارواں چپ ہوگئے

ہم بھی کچھ کہنے کو تھے اے عندلیبان بہار
باغ میں چلتی جو دیکھی آندھیاں ، چپ ہوگئے

دوستوں کی طبع نازک پر گراں ہے عرض غم
ہم کو ہے پاس مزاج دوستاں ، چپ ہوگئے

قاصدان چارہ‌کار و محرمان غم گسار
سب نصیحت گر بہ ترتیب زماں چپ ہو گئے

دے رہے تھے دیر سے ترک وفا کے مشورے
دوست کیوں آخر نصیب دشمناں چپ ہوگئے

داستان درد دل بنتی چلی تھی درد سر
خود ہمیں ہونے لگے تھے سرگراں ، چپ ہوگئے

Taj Tahir Foundation

○

جو بھی منجملۂ آشفتہ سراں ہوتا ہے
زینت محفل صاحب نظراں ہوتا ہے

یہی دل جس کو شکایت ہے گراں جانی کی
یہی دل کارگہ شیشہ گراں ہوتا ہے

شاخ گلزار کے سائے میں کہاں دم لیجے
کہ یہاں خون کا سیل گزراں ہوتا ہے

کس کو دکھلائیے اپنوں کی ملامت کا سماں
کہ بہ اسلوب حدیث دگراں ہوتا ہے

ق

کس کو بتلائیے وہ رابطۂ ناز و نیاز
ان کی محفل میں جو اے دیدہ وراں ہوتا ہے

کبھی کرتی ہے تجلی نگرانی دل کی
کبھی دل سوئے تجلی نگراں ہوتا ہے

مجھ پہ ہوتے ہیں غم دل کے صحیفے نازل
جن میں افسانۂ عالی گہراں ہوتا ہے

دل بھی دیتا ہے مجھے مشورۂ ترک وفا
کچھ تقاضائے جہان گزراں ہوتا ہے

میں تو ہوں شیفتۂ رنگ تغزل عابد
کہ یہی شاہد خونیں جگراں ہوتا ہے

Taj Tahir Foundation

○

دل کا معاملہ نگہ آشنا کے ساتھ
ایسے ہے جیسے رابطۂ گل صبا کے ساتھ

دیکھو تو پیچ و تاب کی صورت کہ مل گئی
شام فراق بھی تری زلف دوتا کے ساتھ

یہ کیا بہار ہے کہ دکھائی گئی مجھے
شعلوں کی آنچ بھی گل رنگیں قبا کے ساتھ

یہ کیا طلسم ہے کہ سنایا گیا مجھے
ساز شکست دل تری آواز پا کے ساتھ

اے دوستوں یہی ہے قیامت کہ روز حشر
ہم بھی جگائے جائیں گے خلق خدا کے ساتھ

گلشن میں آئی پیرہن رنگ بن گئی
وہ موج خوں کہ چہرہ کشا تھی حنا کے ساتھ

عابد بیان جلوۂ ناگاہ کیا کروں
خوبی ادا کے ساتھ ہے شوخی حیا کے ساتھ

Taj Tahir Foundation

○

جان جاتی نہیں دم نکلتا نہیں ، یعنی تلخاب غم کام کرتا نہیں
یہ گراں جانیاں میرے بس کی نہیں ، اور یاروں کو شکوہ کہ مرتا نہیں

تہ بہ تہ دل کے پردوں پہ ہے نقش گر، تیرے گیسو کی شب، تیرے رخ کی سحر
درد فرقت کے آداب روشن ہوئے، داغ جاتا نہیں ، زخم بھرتا نہیں

سب رفیقان رہ کاروان کارواں ، گلشن خوش دلی کی ہوس میں رواں
یہ گزرگاہ دشت وفا ہے یہاں کوئی بھولے سے بھی پاؤں دھرتا نہیں

دیکھنا ہم دمو خیل اہل جنوں ، ان کے ہونٹوں پہ آہیں ، نہ آنکھوں میں خوں
یہ نیا قافلہ درد مندوں کا ہے ، درد کے راستوں سے گزرتا نہیں

ساغر زہر بخشے گئے پے بہ پے ، سینہ شق ہو گیا میرا مانند نے
بر سر قہر ہیں مجھ سے جمشید و کے ، بر سبیل شکایت کہ ڈرتا نہیں

جوئے خوں کار فرما ہے اے دیدہ ور ، رنگ کی موج سو روپ دھارے مگر
روئے خوب نگاراں سنورتا نہیں ، رنگ فصل بہاراں نکھرتا نہیں

اس جگہ زندگی کو کھلی مات ہے ، یہ فسون خرد کا طلسمات ہے
سانس لیتے ہیں پتلے یہاں کاٹھ کے ، کوئی جیتا نہیں کوئی مرتا نہیں

شہر غم سے بلاوا جنھیں آ گیا ، پڑگئیں ان کے پاؤں میں کیا بیڑیاں ؟
شاد و آباد ہے ساحل آرزو ، کیا تماشا ہے کوئی اترتا نہیں

روزن نور سے ایک طالع ہے دل جس سے عابد ہے بزم •تماشا خجل
یوں ابد تا ابد بحر ظلمات ہے ، کوئی سورج یہاں سے ابھرتا نہیں

Taj Tahir Foundation

پھر نمود شب ہجراں ہے خدا خیر کرے
گیسوے یار پریشاں ہے خدا خیر کرے

کیا بنے گا ترے جلووں کی فراوانی کا
اک مرا دیدۂ حیراں ہے خدا خیر کرے

غم کونین کہاں جائے گا اے دیدہ ورو
اک مرا گوشۂ داماں ہے خدا خیر کرے

اب صدا ساز کی خاموش ہے اے نغمہ گرو
اب کوئی درد ، نہ درماں ہے خدا خیر کرے

لے میں آتی تھی جو ہونٹوں پہ وہی آہ رسا
آج سینے میں پرافشاں ہے ، خدا خیر کرے

دل کو پیاری تھی خلش جس کی وہ پیکان وفا
آج پیوست رگ جاں ہے خدا خیر کرے

دامن چاک نئی بات نہیں تھی لیکن
ہم نوا سر بہ گریباں ہے ، خدا خیر کرے

پیہم آتی ہے صدا دل سے کہ تم جھوٹے ہو
اور تم پر مرا ایماں ہے خدا خیر کرے

قفس رنگ میں ہوں آج پرافشاں عابد
چمنستان مجھے زنداں ہے خدا خیر کرے

Taj Tahir Foundation

○

راز دار فن تنہا ، سر خوش سخن تنہا
ان بھری سبھاؤں میں ہم رہے ہیں تن تنہا

جل مرے تھے پروانے ، بجھ گئے تھے افسانے
کس خوشی میں روشن ہے شمع انجمن تنہا

بندھنوں کی بیرن ہے زندگی یہ مدھ ماتی
دل سے کیوں نہیں جاتی چاہ کی لگن تنہا

وہ جو ہم نے جب دیکھی دوستوں نے کب دیکھی
ہم کو جیت سکتی تھی روپ کی پھبن تنہا ؟

دھوپ کی تپش بھولی ، خار کی خلش بھولی
یاد رہ گیا ہم کو سایۂ چمن تنہا

کوبکو اندھیرا ہے ، چار سو اندھیرا ہے
ہوگئی یونہی رسوا ، زلف پرشکن تنہا

گلستاں کا افسانہ موج سبزہ بیگانہ
باد صبح آوارہ برگ یاسمن تنہا

Taj Tahir Foundation

اے نسیم آوارہ تیری راہ تکتی ہے
نا رسیدہ کلیوں میں پھول کی دلھن تنہا

آرزو کے بت خانے ہوگئے ہیں ویرانے
کیا اداس پھرتا ہے دل کا برھمن تنہا

اس کے ساتھ ہی عابد زندگی بھی جاتی ہے
نا صحو نہیں جاتی چاہ کی لگن تنہا

اپنی اپنی تنہائی، جیسے جس کی بن آئی
قصر سنگ میں شریں بن میں کوہ کن تنہا

سر جھکائے بیٹھی ہے، منہ چھپائے بیٹھی
رنگ کی ردا پہنہ، بوے پیرھن تنہا

Taj Tahir Foundation

○

حسرت کشیدہ ہم، غم حرماں چشیدہ ہم
اس دود مان درد کے ہیں نور دیدہ ہم

گلزار دلبری کے گل نو رسیدہ تم
خار ہوس بہ پائے تمنا خلیدہ ہم

باغ نشاط کے ثمر نو دمیدہ تم
بازار آرزو کے گریباں دریدہ ہم

شعلے نوا کے ہودج مہتاب تک گئے
یوں عمر بھر قفس میں رہے آرمیدہ ہم

آئے جو گیسوؤں کی مہک ہوں غزل سرا
لہرائیں اپنی لہر میں افعی گزیدہ ہم

ہشیار دوستو ہمیں نیند آگئی کہ ہیں
افسانہ خیال بہ پایاں رسیدہ ہم

تیغ و تبر ہمیں پہ چلائے گئے کہ تھے
جان بہار صورت سرو کشیدہ ہم

Taj Tahir Foundation

سیلاب خاک و خوں میں بہائے گئے کہ تھے
رمز نشاط مثل گل نو دمیدہ ہم

مدت سے ہیں دو راہے پہ امید و یاس کے
حیراں مثال آ ہوئے صیاد دیدہ ہم

پتھرا چکے تھے دیر سے آنکھوں کے آئنے
کیا تم نے کہ دیا کہ ہوئے آب دیدہ ہم

سازِ خیال چھیڑ کے سن لیجیے ہمیں
محفل میں ہیں تموج صوت شنیدہ ہم

Taj Tahir Foundation

○

گلوں کی خوب شدگی کو شگفتگی نہ سمجھ
ھجوم رنگ سے اندازۂ بہار نہ کر

کچھ احترام بھی کر غم کی وضع داری کا
گراں ہے عرض تمنا تو بار بار نہ کر

وہ اور پرسش اھل وفا فریب نہ کھا
دل اور ترک غم یار اعتبار نہ کر

خزاں کے سینکڑوں منظر ھیں اے فریب خیال
طلوع صبح بہاراں کا اعتبار نہ کر

Taj Tahir Foundation

○

لالۂ رنگیں سے روشن ہے شبستان بہار
لالۂ رنگیں کہ ہے شمع فروزاں بہار

لالہ و گل کی قبائے گوہریں ہے چاک چاک
دست گستاخ صبا ہے اور داماں بہار

کیسی کیسی بجلیاں چمکیں بہ عذر برشگال
کیسی کیسی آندھیاں آئیں بہ عنوان بہار

ہم صفیرو۔ "کچھ ادھر کا بھی اشارہ چاہیے
ہم نوا پرواز ہوتے ہیں بہ فرمان بہار

"گورا گورا ان کا مکھڑا چاندنی کا جیسے پھول"
نور ہے پیرایۂ طاق شبستان بہار

صورت قندیل روشن سبز ڈالی پر گلاب
رنگ ہے پیرایۂ جشن چراغان بہار

اجلی اجلی روشنی سبزے کے فرش سبز پر
گلکدوں سے کھیلتا ہے ماہ تابان بہار

نازنینو کوئی جلوہ زینت آہنگ و رنگ
ہم نشینو کوئی نغمہ شان شایان بہار

نیلوفر نیلم ہے عابد مونیا الماس ہے
کیا مرصع ہے جواہر سے گریبان بہار

Taj Tahir Foundation

○

رات کو اضطراب تھا کیا تھا
دیر تک پیچ و تاب تھا کیا تھا

شام تا شام صبح تھی کیا تھی
صبح تا صبح خواب تھا کیا تھا

کتنے روشن تھے گوشہ ہائے خیال
ہر طرف آفتاب تھا کیا تھا

دھوپ میں نور ۔ نور میں خوشبو
مہر تھا ماہتاب تھا کیا تھا

صورت نکہت عروس، خیال
شام سے بے حجاب تھا کیا تھا

جلوہ گر تھا سخن بہ غیر کلام
کوئی محو خطاب تھا کیا تھا

Taj Tahir Foundation

○

ہر منکر نشاط ہے فطرت سے بے خبر
اندھا جو ہو گیا ہو اسے کیا دکھائی دے

ہیں جنت نظر چمنستاں کے برگ و بار
اور اس کو ضد یہ ہے چمن آرا دکھائی دے

پیکر گر جمال ہے آئینۂ خیال
جب چاہوں ان کی بزم تماشا دکھائی دے

وہ دن گئے کہ بنیش اہل نظر یہ تھی
قطرے میں بحر، ذرے میں صحرا دکھائی دے

اب یہ بصیرت بشری کا عروج ہے
محو طواف مہر ستارا دکھائی دے

Taj Tahir Foundation

○

آج کل وقت کے ہیں یہ اطوار
جس طرح زہر میں بجھی تلوار

موج خون وفا ہے موجۂ رنگ
سیل دشت بلا ہے سیل بہار

رات رنگین ہے نہ دن روشن
ننگ شمس و قمر ہیں لیل و نہار

Taj Tahir Foundation

○

کبھی زہراب غم اپنوں سے ملتا ہو تو لیتے ہیں
مگر اظہار کے ہاتھوں سے جام جم نہیں لیتے

ذرا سی بات پر اے ہم نشیو تم سے کیا الجھیں
تمھیں لے لو متاع شاد مانی ہم نہیں لیتے

پلا دے ساتگین مے کہ جشن عید ہے ساقی
تری آنکھوں کے متوالے تو یوں بھی دم نہیں لیتے

○

ریت کی طرح کناروں پہ ہیں ڈرنے والے
صورت موج گئے پار اترنے والے

کوئی جینے کا سلیقہ ہو تو میں بھی جانوں
موت آسان ہے مر جاتے ہیں مرنے والے

آج کانٹوں سے گریبان چھڑائیں تو سہی
سبزہ و گل پہ کبھی پاؤں نہ دھرنے والے

روپ سے چھب سے پھبن سے کوئی آگاہ نہیں
نقش کار لب و عارض ہیں سنورنے والے

نکہت باد بہاراں سے پتا ملتا ہے
کہ سر شام ہیں کچھ پھول نکھرنے والے

غم دوراں کے مراحل پہ رکے آخر کار
غم جاناں کی منازل سے گذرنے والے

میرے جینے کا یہ اسلوب خبر دیتا ہے
کہ ابھی عشق میں کچھ کام ہیں کرنے والے

ہم نواؤ مجھے سنواؤ کبھی خندۂ گل
میں بھی جانوں کہ نہیں زخم یہ بھرنے والے

از کراں تا بہ کراں نور کا سیلاب رواں
کہ افق سے نئے سورج ہیں ابھرنے والے

Taj Tahir Foundation

○

شب نشاط ، به عذر قدوم یار برس
کبھی تو ڈھنگ سے اے ابر نو بہار ، برس

ہوا کے راگ پہ ہے تیرا شور ، تال کی ڈور
جو بار بار ضرورت ہو ، بار بار برس

اس آرزو میں کہ اک رات وہ بھی ہوں ، تو بھی
ابد کی گود میں کاٹے ہیں تین چار برس

شہوں کے قصر تو شاداب ہیں بہر موسم
کبھی به پاس گدایان رہگزار برس

تجھے قسم مری مژگان غم کی ، ابر کرم
بیاد محفل یاران و بزم یار برس

وہ کفش ہائے زرافشاں ، وہ آنچلوں کے نشاں
برائے زینت خوبان طرح دار برس

" وداع و وصل جداگانه لذتے دارد "
ہزار بار گذر ۔ صد ہزار بار برس

کلائیوں کی وہ شمعیں ، وہ پھول سے چہرے
برائے ماہ جبینان گلعذار برس

Taj Tahir Foundation

برس کہ گرد کدورت دلوں سے دھل جائے
بہ جمع خاطر احباب غم گسار برس

دکھا نہ زور دلوں کے گلاب نازک ہیں
مثال شبنم اب اے ابر لالہ کار برس

زمانہ کہتا ہے ، اب خاروخس کا حق پہچان
بروئے دشت و بیابان و کوہسار ، برس

کسی کے سقف و در و بام کو حقیر نہ جان
بہ کاخ کہنہ و املاک زرنگار برس

غزل عزیز کی ، مصرع عزیز کا عابد
"برس برس کے دن اے ابر نو بہار برس"

Taj Tahir Foundation

○

رنگ سے رمز نور تک پہونچے
دیدہ ور تھے کہ دور تک پہونچے

چلو اچھا یونہی سہی سچ ہیں
جو فسانے حضور تک پہونچے

ساقیا ! عمر بھر کہا تو نے
اب مقام سرور تک پہونچے !

غم دوراں کی راہ سے ہم لوگ
غم دل کے شعور تک پہنچے

یہی حسرت رہی کوئی ہمدم
رمز طبع غیور تک پہونچے

بڑی مشکل سے آج ہم نفسو
ہم دل نا صبور تک پہونچے

وہ بھی آج آئے مجھ کو سمجھانے
چارہ گر آج دور تک پہونچے

جو پرافشاں رہے جبینوں میں
وہی سجدے حضور تک پہونچے

○

راہ گم کردگان جلوہ، بار
منزل برق طور تک پہونچے

Taj Tahir Foundation

○

غزالان معنی کا رم دیکھتے ہیں
ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں

کسی نے نگاہوں پہ جادو کیا ہے
وہی ماجرا بیش و کم دیکھتے ہیں

ق

کہیں رنگ سے نغمہ ہوتا ہے جاری
کہیں نور و نکہت بہم دیکھتے ہیں

خیابان خسرو میں ہیں مسند آرا
وہی مصلحت میں جو کم دیکھتے ہیں

ق

انہیں کے جگر میں اترتا ہے تیشہ
رگ سنگ میں جو صنم دیکھتے ہیں

مہکتی ہے جب محفل حرف شیریں
تمہیں کیا بتائیں جو ہم دیکھتے ہیں

بتوں کی جبینوں پہ قشقہ ہے عابد
کہ روشن چراغ حرم دیکھتے ہیں

Taj Tahir Foundation

○

میں نے جس دن تجھے اے دشمن دیں دیکھا تھا
ھفت اقلیم کو آمادہ کہیں دیکھا تھا

نکہت و نور کے سانچے میں ڈھلی شام بہار
یہ طلسمات کا نیرنگ نہیں دیکھا تھا

اس کے باوصف کہ روشن تھا چراغ مہتاب
رات بھر نجم سحر کو گھریں دیکھا تھا

غم دوراں کا مداوا نہیں ھوتا مجھ سے
غم جاناں کا یہی روپ نہیں دیکھا تھا

میں نے اے نقش گرو تم کو مٹانے کے لیے
آسمانوں کو بھی ھم دست زمیں دیکھا تھا

جو برستا تھا سر شاخ نشیمن بادل
میں نے بجلی کو بھی آسودہ وھیں دیکھا تھا

کیا ھوا دیدہ ورو قافلۂ فصل بہار
خیمہ زن صحن گلستاں میں کہیں دیکھا تھا

رات کو خواب میں شیریں کے شبستاں میں کہیں
نقش فرھاد کو اورنگ نشیں دیکھا تھا

ھاتھ کاٹے گئے میرے کہ بصیرت نے مری
ھر رگ سنگ میں بت خانۂ چیں دیکھا تھا

کیا تماشا ھے کہ شیریں سخنی شرط نہ تھی
جب لب لعل کو دیکھا شکریں دیکھا تھا

آج پابند زمیں ھے وھی رھوار خیال
جسے یاروں نے سر عرش بریں دیکھا تھا؟

Taj Tahir Foundation

O

دل نہیں پاس کہ تھا جان غزل
پھر بھی روشن ہے شبستان غزل

طے کرو دیدہ ورو دشت خیال
نظر آئینگے غزالان غزل

——:o:——

غزل کی تار میں آنسو پروئے ہیں میں نے
کسے دکھاؤں کہ گوہر فشانیاں کی ہیں

عروس گل کو ہمیں سے حجاب آتا ہے
ہمیں نے ہم سخنو پاسبانیاں کی ہیں

——:o:——

Taj Tahir Foundation

○

عابد نغمہ سرا یاد آیا
آج کیا جانئے کیا یاد آیا

دیکھ لو ہم سفرو کانٹوں کو
ایک میں آبلہ پا یاد آیا

مجھے سمجھا کے سبھی ہار گئے
تمھیں دیکھا تو خدا یاد آیا

Taj Tahir Foundation

○

ہر ایک پھول گل نیلوفر ہے کیا کہیے
چمن گزیدۂ باد سحر ہے کیا کہیے

شکایت غم دل ناروا ہے کیا کیجیے
حکایت غم دل بے اثر ہے کیا کہیے

ہمیں بھی یاد تھے انداز خوش کلامی کے
رگ گلو میں نہاں نیش تر ہے کیا کہیے

کوئی وسیلۂ عرض ہنر نہیں یارو
وہ نقش ہو کہ نوا بے ثمر ہے کیا کہیے

گذر نہیں ہے کسی کا حریم معنی میں
کہ لفظ حلقۂ بیرون در ہے کیا کہیے

بہار جلوہ فشاں ہے کہ مار زہر چکاں
یہ سیل خوں ہے کہ گل برگ تر ہے کیا کہیے

Taj Tahir Foundation

○

ناز آفریں ہیں میری نگاہیں
سونی پڑی ہیں اب جلوہ گاہیں

دشت جنوں سے ہو کر گئی ہیں
شہر بتاں کی سب شاہراہیں

یا صبح عارض یا شام گیسو
دو رہ گئی ہیں دل کی پناہیں

چاہت ہے جن کی جینے کی ضامن
سب چاہتے ہیں ان کو نہ چاہیں

بربادیوں میں کیا کچھ کسر تھی
کیوں لڑ گئی تھیں ان سے نگاہیں

Taj Tahir Foundation

ٗ

در نایاب معانی نے کیا مجھ سے گریز
جب اسے تار تخیل میں پرونا چاہا

آنکھ کو حسرت دیدار کی دولت بخشی
عشق نے آگ کو مٹی مین سمونا چاہا

ق

دل بیداد کوئی مفت نہیں ملتا ہے
میں نے اس چیز کو بے کار نہ کھونا چاہا

بہر تحصیل ہنر ہمت عالی کی طفیل
شعر کہتا رہا پر شعر نہ ہونا چاہا

اس گنہگار کے آگے مرا سر جھکتا ہے
جس نے دامن سے کوئی داغ نہ دھونا چاہا

Taj Tahir Foundation

○

بیتابیٔ عاشقی ہے باقی ساقی
شعلے سے بھڑک رہے ہیں ساقی ! ساقی ! !

پہلو میں نگار ہے نہ ساغر میں شراب
جیتا ہوں تو ہے یہ اتفاق ساقی

حسن کی انتہا نہیں چلوۂ دلربائے ناز
حسن میں ایک چیز ہے اور بھی ماورائے ناز

Taj Tahir Foundation

○

ان میں پنہاں تھی کبھی تمکین وحشت کی بہار
اب یہی بازو نہیں اٹھتے ہیں ماتم کے لیے

پیچ و تاب عاشقی سے مضطرب ہوں رحم کر
زلف پرخم کے لیے—گیسوئے برہم کے لیے

عرض غم پر ان کی آنکھوں میں ہے وحشت کی جھلک
اک غزال مشکبو تیار ہے رم کے لیے

Taj Tahir Foundation

○

خوشبو بھی ہے سرور بھی میرے شباب میں
پیتا ہوں می گلاب ملا کر شراب میں

دھوکا ہے مجھ کو شام پہ صبح بہار کا
تم اور میرے پاس شب ماہتاب میں

Taj Tahir Foundation

○

کلیم اللہ بھی ہیں ، میں بھی ہوں ، طور محبت پر
کدھر گرتی ہے برق لن ترانی دیکھتے جاؤ

تمہیں نے ہم کو روکا ہے محبت میں شکایت سے
پڑے گا تم پہ صبر بے زبانی دیکھتے جاؤ

بہت نازاں ہوں اپنے شیوۂ رنگین ادائی پر
کبھی آؤ مری رنگین بیانی دیکھتے جاؤ

Taj Tahir Foundation
Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No.
Date:
Call No.
(Donated by FAMILY)

○

موج حسن جاری ہے ان کے جسم رنگیں سے
نور مے نمایاں ہے ساغر بلوریں سے

بے خودی پہ مرتا ہوں ، مے کشی سے ڈرتا ہوں
اخذ کیف کرتا ہوں خوشہ ہائے پرویں سے

رہ گیا نگاہوں پر انحصار گویائی
جل گئی زبان عابد ان کی برق تمکین سے

اے شعلہ عشق خاک کر ڈال مجھے
آلودۂ غم ہوں پاک کر ڈال مجھے

یہ سچ ہے کہ میں دفتر بے معنی ہوں
بے سود سمجھ کے چاک کر ڈال مجھے

Taj Tahir Foundation

○

تلخئ عشق دل میں ہے غم مری آب و گل میں ہے
زہر ملا کے دو مجھے بادۂ خوش گوار میں

خاک ہے رات کا سکوں کم نہ ہوا مرا جنوں
چاند بھی جا کے سو رہا دامن کوہسار میں

مطرب دلگداز سن جوگ میں کوئی چیز چھیڑ
سوز و گداز عشق کا انگ نہ تھا ملہار میں

Taj Tahir Foundation

○

عکس بردار حسن یار کہیں
بزم دل کو بہشت زار کہیں

کیا کسی سے کہیں فسانۂ غم
تم سنو تو ہزار بار کہیں

وہ بھی پہلو میں ہیں بہار بھی ہے
سوچتے ہیں کسے بہار کہیں

Taj Tahir Foundation

دل کو اب اپنی بات پہ اصرار کیوں نہ ہو
گستاخ ہو چکا تو گنہگار کیوں نہ ہو

چھوڑیں گے ہم بھی ضد نہ کشود نقاب کی
ہر چند ہم پہ بارش انوار کیوں نہ ہو

○

تھی مدتوں نصیب اسے تیری دوستی
دل تیری دشمنی کا سزا وار کیوں نہ ہو

ہم بن کہے فسانہ اندوہ کیوں کہیں
ان کی طرف سے رخصت اظہار کیوں نہ ہو

عشرت حسن کو ثبات نہیں
ہاں نہیں اور کوئی بات نہیں

یوں تو میٹھی زباں ہے ظالم کی
آنکھ میں رنگ التفات نہیں

میکشی ، عاشقی ، پرستش ناز
اور کچھ میرے واقعات نہیں

Taj Tahir Foundation

○

ازل سے درد سر بخشا گیا ہے
مجھے ذوق نظر بخشا گیا ہے

حیات مختصر ہنگامہ شوق
مجھے رقص شرر بخشا گیا ہے

شب تاریک میں رکھا گیا ہوں
مگر نور سحر بخشا گیا ہے

بدن کی قید میں ڈالا گیا ہوں
مگر دل تیز پر بخشا گیا ہے

تبسم ہے ترا سرمایہ ناز
ادا کو نامہ بر بخشا گیا ہے

یہ کیسا فیض ہے اے قاسم فیض
ادھر چھینا ادھر بخشا گیا ہے

عابد کوئی حجاب نہ تھا شام وصل میں
اک پردۂ تبسم پنہاں ضرور تھا

Taj Tahir Foundation

○

(۱)

پروا کے جھونکے وہ آنچل کا لہرا
وہ کندن سا مکھڑا سنہرا سنہرا

کڑے تیوروں کے جو چرکے سہے ہیں
کلیجے پہ کھایا ہے یہ گھاؤ گہرا

نہ رکتی ہیں آہیں نہ تھمتے ہیں آنسو
ابھی من کی ندی میں پانی ہے گہرا

برا ہے بہت روگ چاہت کا عابد
کئے میں نے کیا کیا جتن جی نہ ٹھہرا

Taj Tahir Foundation

○

(٢)

کبھی سر جھکایا کبھی مسکرائے
یونہی نت نئے تم نے جادو جگائے

گھڑی دو گھڑی تم ہنسی اپنی روکو
تو کوئی دکھی اپنی بپتا سنائے

بھلا میں نے کیوں ان سے آنکھیں لڑائیں
سہیڑا یونہی روگ بیٹھے بٹھائے

بسا کے جو پھولوں میں جوڑا لپیٹا
مہکتے ہوئے ناگ ڈسنے کو آئے

الہنا نہیں کوئی پر میرے داتا
تو ڈوبی ترائے نہ بگڑی بنائے

Taj Tahir Foundation

○

دن ڈھلا شام ہوئی پھول کہیں لہرائے
یار کے سانپ مہکتے ہوئے ڈسنے آئے

کیا کہوں دل میں کہاں سینت کے رکھا ہے اسے
نہ اسے بھولنے پاؤں نہ مجھے یاد آئے

دولت طبع سخن گو ہے امانت اس کی
جب تیری چشم سخن ساز طلب فرمائے

میں نے حافظ کی طرح عہد کیا ہے عابد
''بعد ازیں مے نہ خورم بے کسے بزم آرائے''

Taj Tahir Foundation

○

داستاں عرض غم یار تک آ پہنچی ہے
بات یعنی رسن و دار تک آ پہنچی ہے

کچھ فقط گل ہی نہیں کشتۂ شمشیر بہار
جوئے خوں باغ میں ہر خار تک آ پہنچی ہے

کبھی نظروں میں جو تھی موج نسیم پنہاں
رفتہ رفتہ وہ لب یار تک آ پہنچی ہے

اپنے آئیں گے نصیحت کے لیے لازم ہے
داستاں درد کی اغیار تک آ پہنچی ہے

Taj Tahir Foundation

اختتامیہ

عابد صاحب کا نام دنیائے ادب کے لیے نیا نہیں کہ ان کا تعارف کراؤں ، میں ان کا ہم عمر نہیں کہ ان سے اپنے درینہ مراسم کا تذکرہ کر کے بریشم عود کی آڑ میں اپنی ادبی حیثیت کو نمایاں کر کے دکھاوں۔ عابد صاحب نے اختتامیہ لکھنے کا حکم دے کر مجھے امتحان میں ڈال دیا ہے ۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں نے لاہور کی ان ادبی صحبتوں کا بڑی تفصیل سے مطالعہ کیا ہے جن میں عابد صاحب کی شاعری پھولی پھلی ہے ، اس کے علاوہ ایک طالب علم کی حیثیت سے مجھے عابد صاحب کے منظوم اور نثری فن پاروں کو بغور پڑھنے کا موقع بھی ملا ہے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میں نے ان کے ساتھ بڑی بڑی دیر تک ادب کے مختلف مسائل پر گفتگو کی ہے ۔

عابد صاحب کی شاعری جس ادبی گروہ میں پیدا ہوئی وہ آج سے نصف صدی پہلے لاہور کی شعری فضا پر حاوی نظر آتا ہے ۔ یہ زمانہ لاہور میں ادبی محفلوں اور ادبی رسائل کے عروج کا زمانہ تھا ۔ قوس و قزح ۱۹۲۱ع میں، ہزارداستان ۱۹۲۲ع میں ، عالمگیر ۱۹۲۵ع میں ، نیرنگ خیال ۱۹۲۸ع میں ، ادبی دنیا ۱۹۳۰ع میں اور کاروان ۱۹۳۲ع میں جاری ہوا ۔ عابد صاحب بحیثیت شاعر سب سے پہلے انہیں پرچوں کے ذریعے متعارف ہوئے ۔ وہ ہزار داستان کی مجلس ادارت میں شامل تھے ، نیرنگ خیال کی پالیسی میں مشیر خاص تھے اور ادبی دنیا ، کاروان اور دوسرے بے شمار پرچوں میں ایک بلند پایہ شاعر اور صاحب طرز ادیب کی حشیت سے شامل ہوتے تھے ۔ مولانا تاجور نجیب آبادی کی محفلیں ، تاثیر تاجور کے مجادلے اور حفیظ و تاجور کے معرکے ، سب عابد صاحب کے چشم دید واقعات ہیں ۔ نیاز مندان لاہور میں عابد علی عابد ایک اہم نام تھا ، لیکن صرف اسی حد تک ، جہاں تک وہ لوگ علمی کاموں میں کوئی تعمیری کردار ادا کرتے تھے اور جہاں ان کا طرز عمل درویشی سے دوکانداری کی طرف گیا ، عابد صاحب نے ان کا کبھی ساتھ نہ دیا ۔ نیاز مندان لاہور کا گروہ ادب میں چھیڑ چھاڑ اور شرارت بازی کا قائل تھا ۔ مثال کے طور پطرس کی زندگی تو عبارت ہی اس سے تھی کہ ہنگامہ آفرینی بہر حال قائم رہنی چاہیے اور تاثیر نے اردو ادب کو

بہت سے متنازع فیہ اور غیر متنازع فیہ کاموں کے لیے استعمال کیا ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقی میراث کی کیفیت کا کچھ ہی عالم ہو کمیت کے اعتبار سے ان کے شایان شان نہیں ۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس گروہ کی ایک تعریف ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان میں سے پیشتر لوگ مشرق اور مغرب کے قدیم و جدید علوم سے اچھی طرح آشنا تھے ۔ علامہ اقبال بھی ان لوگوں کو شاید اسی سبب سے پسند کرتے تھے ۔ عابد صاحب اسی گروہ کے ایک فرد تھے ۔ ان میں اور دوسرے لوگوں میں فرق یہ تھا کہ دوسرے لوگ زیادہ وقت معرکہ آرائی اور فقرہ بازی میں صرف کر دیتے تھے اور عابد صاحب ایک طرف بیٹھ کر چپکے سے علمی کام کرتے رہتے تھے ۔

عابد صاحب کے شعری معتقدات کو سمجھنے کے لیے یہ باتیں ضرور ذہن میں رکھیے کہ اچھے شعر کے انتخاب میں شبلی کے بعد انہیں دوسرا درجہ حاصل ہے ۔ عابد صاحب کی نظر فنون لطیفہ کے تمام شعبوں پر یکساں طور پر پڑتی ہے ۔ ان کے تخلیقی شعور میں موسیقی ، سنگ تراشی ، مصوری اور الفاظ ایک ہی قبیلے کے افراد ہیں ۔ بعض اشعار میں الفاظ موسیقی کی سریں بن کر قاری کے اندر اترے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ لفظوں میں صوتیے سازینوں کا کام دیتے ہیں مثال کے طور پر اس شعر میں تان پورے کی آواز ملاحظہ کیجئے :

اس کی تابانیء تن جیسے ہو کندن روشن
یاد ہے شعلۂ دیدار کی اس رات کا دن

حواس خمسہ کی عملداری ان کے یہاں حیرت انگیز ہے ان کے یہاں حسیاتی تجربے ایک خاص داخلی تنظیم کے ساتھ آتے ہیں ۔ شامہ ، باصرہ اور لامسہ سطحی جنسی تسکین نہیں ، پورا جمالیاتی تجربہ مہیا کرتی ہیں ۔ عابد صاحب کے ہاں ''محبوب'' کا لفظ غالباً اندرونی شہادت کی بنا پر علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ مختلف اشعار مل کر محبوب کی جو تصویر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ وہ کسی مجرد اور موہوم صورت انسان کی نہیں بلکہ ایک مکمل عورت کی ہے ۔ ایک ایسی عورت جس کی خارجی شہادت حواس خمسہ سے ملتی ہے ۔ لیکن یہ عورت محض شاعر کے لیے نشاط کار کا ذریعہ نہیں اور نہ ہی محض عضویاتی تسکین کا سبب ہے بلکہ یہاں عشق اور زندگی ایک ہی کیفیت کے نام ہیں ۔ ایک ایسی کیفیت جس میں قربت زندگی کی پوری نفسیات ہے ۔ ایک ایسی کیفیت جس میں عورت

مکمل انسان بھی ہے اور فن کار کے روحانی سفر کا محرک بھی ۔ عابد صاحب اپنے قاری کو نہ صرف اپنے تجربے سے متعارف کراتے ہیں بلکہ اسے اس تجربے میں باقاعدہ شریک کر لیتے ہیں ۔

وہ مری گود میں پگھلی ہوئی چاندی رقصاں
وہ تب و تاب تمنا کی رعایات کا دن

عابد صاحب بڑے محفل آرا اور سحرکار آدمی ہیں ۔ شاعری میں بھی قاری بعض اوقات یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ بغیر کسی رکھ رکھاؤ اور تکلف کے دل کھول کر باتیں کر رہے ہیں ۔ حتیٰ کہ وہ باتیں بھی بلاتامل بیان کر رہے ہیں جو دربار عام میں کرنے کی نہیں ہوتیں ۔ اتنا بھی گھٹا ہوا شخص کس کام کا جس کی باتیں حلق میں اٹکی رہ جائیں ۔ عابد صاحب اپنے ''محبوب'' سے بلا تکلف ملاقاتیں کرتے ہیں اور پھر ان صحبتوں کا کھلے بندوں تذکرہ کر کے قاری کو اپنا محرم راز بنا لیتے ہیں ۔

سر محبوب مرے دوش پہ بادیدۂ نم
بھولتا ہی نہیں بھیگی ہوئی برسات کا دن

سجدے میں یاد آگئے محراب گردن کے خطوط
لب پہ تیرا ذکر بھی وقت قیام آ ہی گیا

لیکن ان سب باتوں میں عابد صاحب کا جادو جگانے والا لہجہ قاری کو سطحی لذتیت کا شکار کہیں بھی نہیں ہونے دیتا ۔

عابد صاحب جس طرح بحیثیت نقاد مشرق اور مغرب کے علم الانتقاد کو ہم آہنگ کرتے ہیں اسی طرح بحیثیت شاعر بھی مشرق اور مغرب کے اسالیب شعر سے بخوبی واقف ہیں ۔ ان کے یہاں لفظ کی ریاضت اور ہیت کے تجربے اس دعویٰ کا کھلا ثبوت ہیں ۔ عابد صاحب کی شاعری میں لفظ مواد نہیں بلکہ تجربے یا خیال کی ''ذات یا شخصیت'' ہے ۔ ان کے ہاں ہر لفظ ایک زندہ فرد ہے اور شعر زندہ افراد کا ایک قبیلہ ۔ ایسے افراد جو ایک ہی تنظیمی اصول کے پابند اور ایک ہی خالق کی مخلوق ہیں ۔ لفظوں کی تراش خراش اور مصرعوں کے بناؤ سنگھار سے بعض اوقات یوں گمان ہونے لگتا ہے جیسے اس رسہ کشی کے بعد شاید شعر ناسخ کی غزل کا معلوم ہوگا لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوتا ۔ عابد صاحب بڑے کاریگر آدمی ہیں ان کے یہاں بیگار میں آئے ہوئے لفظ بھی پلٹن کے سپاہی نظر آتے ہیں ۔

Taj Tahir Foundation

عابد صاحب کے شعروں میں مصرعے مرثیے کے بندوں میں ٹیپ کے اشعار دکھائی دیتے ہیں۔ وہی پہلے مصرعے کا ''پینترا'' جیسے کسی تجربے یا کسی کیفیت میں داخل ہونے کے لیے دروازہ کھلتا ہوا نظر آئے، کسی نئی اڑان کے لیے جانور پر تولتا دکھائی دے یا سونتی ہوئی تلوار اور جھکی ہوئی گردن کے درمیان انتظار کے لمحے جنم لیں۔ اور وہی دوسرے مصرعے کی ''کاٹ'' جیسے کسی پر جلال عمارت میں داخل ہو کر انسان اپنے آپ کو تبدیل ہوتا ہوا محسوس کرے۔ جانور ایک ہی جست میں اپنے شکار کو پکڑ لے یا تلوار کی دھار گوشت میں اترتی ہوئی محسوس ہو۔

بریشم عود پڑھنے کے بعد یہ میرے ادنیٰ سے تاثرات ہیں۔ میں نے ان سطروں میں عابد صاحب کی شاعری سے کس حد تک انصاف کیا ہے، یہ سوال مجھے ایک ایسی عدالت میں لے آتا ہے جہاں میں اپنے آپ کو بالکل تہی دامن دیکھتا ہوں۔ *

گوہر نوشاہی

Syed Imtiaz Ali Taj Collection
Govt. Model Town Library
ACC. No. ....
Date: ....
Call No. ....
(Donated by ....FAMILY........)

Taj Tahir Foundation

* گوہر نوشاہی صاحب سے میں بھی کچھ لکھ کر انتقام لونگا۔ وہ مجھے رسوا کر چکے اور خود تیار رہیں۔ (ع-ع)

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation